خانگی زندگی سے متعلق معاشرتی مسائل اوراہلِ علم کی رائے کا تقابلی جائزہ

An examination of social problems concerning domestic life and the perspectives of scholars on these issues

Abdullah Ismail
M.S Usooluddin Hadith
International Islamic University Islamabad
Email: abdullahroghani@gmail.com

Rubina
MPhil Scholar Department of Islamic Studies
Qurtuba University of Science and Information Technology Peshawar
Email: Rubifazal2022@gmail.com

Sadeeq Ahmad
Ph.D Scholar Department of Islamic Studies
Qurtuba University of Science and Information Technology Peshawar
Email: sadeeqji@gmail.com

Abstract

There are several problems in society relating to family life, yet few individuals are aware of the issues that demand Kaffarah (resolution). Understanding these issues is critical for establishing a healthy family life that is consistent with purity and religious ideals. There are several actions that call for atonement that can be classified as waajib, Mubaah, or Mustahab. Domestic problems eventually worsen due to inadequate awareness about such subjects. Contemporary researchers with topical awareness are addressing complex issues. Important religious leaders, academics, and jurists have clarified social concerns and provided clarification.The more complicated the present problems, the more solutions researchers have.

Modern problems are becoming more complex, yet competent researchers already know how to solve them. Islamic Sharia has created some restrictions to promote a happy family and domestic life. Some of these limitations stop people from stumbling into traps, preventing mistakes from being repeated and allowing others to learn from them. A lack of understanding and information regarding expiation frequently leads to a slew of difficulties. The order of expiations, requirements for choosing expiation, how to address one's spouse while angry, and the law against taking more than the required dowry upon divorce are all covered here.

Keywords:Domestic life, societal concerns, scholars, evidence, expiation, Kaffarah

خاندان اور خانگی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لیے شریعتِ اسلامی نے چند حدود مقرر کیے ہیں۔ان میں سے بعض امور ایسے بھی ہیں جن کی سرزدگی سے انسان کو تنبیہاً سزا ملتی ہے تاکہ آئندہ ایسی غلطیاں سرزد نہ جائے اور دوسرے لوگ بھی اس سے عبرت حاصل کرے۔ عموماً کفارے کے بارے میں معلومات اور علم نہ ہونے کی وجہ سے

بہت ساری خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ذیل میں کفارات کی ترتیب، کفارہ چھونے سے پہلے لازم، غصے کی صورت میں بیوی کو ماں کہنا اور خلع میں مہر مسمی سے زیادہ لینے کا حکم کے بارے بحث کی جارہی ہے۔

کفارات کی ترتیب

کفارات کی ترتیب میں اہل علم کی رائے میں سب سے پہلے سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی رائے کو لیتے ہیں۔ کیونکہ وہ قریب دور کے علمائے کرام میں سے بڑے علمی مقام کے مالک ہیں۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی رائے

کفارات کی ترتیب کے بارے میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے فقہ میں بھی بحث کی ہیں لیکن تفہیم القرآن جو ان کی تفسیر ہے، میں کفارات کی آیات کے زمرے میں بحث کرتے ہیں۔ کفارات کی ضمن میں وہ سب سے پہلے اس کی قرآنی حیثیت، مقام، حکم اور مسائل کو دیکھتے ہیں۔ بعد میں دیگر مناہج میں اس مسئلے کو حل کرتے ہیں۔ یہی ان کی تفسیری منہج بھی ہے کہ سب سے پہلے وہ مسئلے کے حل میں قرآن مجید سے مدد لیتے ہیں۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ ظہار کے کفارے کی ترتیب کے بارے میں میں لکھتے ہیں:

"قرآن اور سنت میں تصریح ہے کہ ظہار کا پہلا کفارہ غلام آزاد کرنا ہے۔ اس سے آدمی عاجز ہو تب دو مہینے کے روزوں کی شکل میں کفارہ دے سکتا ہے۔ اور اس سے بھی عاجز ہو تب ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے۔ لیکن اگر تینوں کفاروں سے کوئی شخص عاجز ہو تو چونکہ شریعت میں کفارے کی کوئی اور شکل نہیں رکھی گئی ہے، اس لیے اسے اس وقت تک انتظار کرنا ہوگا جب تک وہ ان میں سے کسی ایک پر قادر نہ ہو جائے۔ البتہ سنت سے یہ ثابت ہے کہ ایسے شخص کی مدد کی جانی چاہیے تاکہ وہ تیسرا کفارہ ادا کر سکے۔ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بیت المال سے ایسے لوگوں کی مدد فرمائی ہے جو اپنی غلطی سے اس مشکل میں پھنس گئے تھے اور تینوں کفاروں سے عاجز تھے"[(1)]

احناف کا مسلک

یہی رائے جمہور اہل علم وفقہا کی ہے کہ ظہار کا کفارہ بالترتیب ہے، یعنی سب سے پہلے غلام آزاد کرنا، اگر طاقت نہیں تب روزے رکھنا، اگر ان دونوں سے عاجز تو تب جا کے مسکینوں کا کھانا کھلانا ہے، اور ایسا جائز نہیں کہ ان تینوں میں سے جس کو چاہے اختیار کرے، احناف علماء کی یہی رائے امام فخر الدین نے نقل کی ہے فرماتے ہیں:

"اعْلَمْ أَنَّ كَفَّارَةَ الظِّهَارِ مَشْرُوعَةٌ عَلَى التَّرْتِيبِ دُونَ التَّخْيِيرِ لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى ذَكَرَهَا بِحَرْفِ الْفَاءِ وَهِيَ لِلتَّرْتِيبِ الْإِعْتَاقُ عِنْدَ الْقُدْرَةِ عَلَيْهِ ثُمَّ صِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ عِنْدَ الْعَجْزِ عَنْ الْإِعْتَاقِ ثُمَّ إطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا عِنْدَ الْعَجْزِ عَنْ الصَّوْمِ"[(2)]

سمجھ لو کہ ظہار کا کفارہ ترتیب کے ساتھ مشروع ہے، اختیاری نہیں ہے۔کیونکہ اللہ تعالی نے اس کو حرف "فاء" کے ساتھ ذکر کیا ہے اور "فاء" ترتیب کے لیے آتا ہے۔سب سے پہلے اگر قدرت ہو تو غلام آزاد کرنا ہے،اس سے عجز کی صورت میں دو مہینے مسلسل روزے رکھنا ہے،اور اس سے بھی عاجز ہو،تو پھر ساٹھ مسکین کو کھانا کھلانا ہو گا

اور اس میں اصل اور بنیادی دلیل یہی آیت ہے

" وَالَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَّا ذَلِكُمْ تُوعَظُونَ بِهِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَّا فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَإِطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا "(3)

وہ لوگ جو اپنی بیویوں کے ساتھ ظہار کرلیں،اور پھر اپنے کہنے سے رجوع کرنا چاہیں،تو مسح کرنے سے پہلے اسے غلام آزاد کرنا ہے،اس پر اللہ تعالی آپ کو نصیحت فرماتا ہے،اور آپ جو کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔اور جو اس کیطاقت نہیں رکھتا تو مسلسل دو مہینے روزے رکھے گا مسح کرنے سے پہلے پہلے،اور جو اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے گا۔

مالکیہ کا مسلک

فقہائے مالکیہ کی رائے یہ ہے کہ کفارہ ظہار بالترتیب لازم ہے،نہ کہ اپنی من مانی سے دے دیا جائے،امام بغدادی مالکیؒ فرماتے ہیں:"الكفارة تجب بالعود فهي ثلاثة أنواع: إعتاق وصيام وإطعام، وهي على الترتيب دون التخيير، والأصل في هذه الجملة"(4) (کفارہ ظہار عود کرنے کی صورت میں واجب ہو جاتا ہے اور یہ تین قسم کا ہے،غلام آزاد کرنا،روزے رکھنا،اور کھلانا۔ اسی ترتیب کے ساتھ واجب ہے، اس میں تخییر نہیں ہے،اور اس کی اصل یہی آیت ہے" وَالَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ---- الخ")(5)

شوافع کا مسلک

شوافع فقہاء بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ کفارہ بالترتیب واجب ہے ،اس میں کسی کو یہ اختیار نہیں کہ جو چاہے کر بیٹھے،ابن سالمؒ فرماتے ہیں:"وكفارة الظهار على الترتيب؛ فيجب عتق رقبة لمن وجد، فإن لم يجد.. فعليه الصيام، فإن لم يستطع.. فعليه الإطعام"

ظہار کا کفارہ بالترتیب واجب ہے،جو طاقت رکھتا ہو،تو اس پر غلام آزاد کرنا واجب ہے،جو نہیں رکھتا اس پر روزہ ہے،اور جو اس کی استطاعت نہیں رکھتا اس پر مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہی قول مبارک ہے" وَالَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ-----الخ"(6)

حنابلہ

فقہاء حنابلہ کی رائے یہ ہے کہ کفارہ ظہار بالترتیب لازم ہے، صالح الفوزانؒ اپنی کتاب میں نقل کرتے ہیں:

" وكفارة الظهار تجب على الترتيب: عتق رقبة، فإن لم يجد الرقبة أو لم يجد ثمنها؛ صيام شهرين متتابعين، فإن لم يستطع الصيام لمرض ونحوه؛ أطعم ستين مسكين "(7)

ظہار کا کفارہ بالترتیب واجب ہے، سب سے پہلے غلام آزاد کرنا ہے، اگر کوئی نہیں کر پاتا یا اس کی قیمت نہیں رکھتا تو اس پر دو مہینوں کے روزے لازم ہیں، اور اگر کوئی مرض وغیرہ کی وجہ سے اس کی بھی استطاعت نہیں رکھتا، تو ساٹھ مسکینوں کو کھلانا ہوگا، اور استدلال میں یہی مجادلہ کی آیت نمبر تین نقل کی ہے۔

خلاصہ بحث

ان ساری آرا سے معلوم ہوا کہ کفارہ ظہار بالترتیب دینا لازم ہے، کیونکہ یہ ایک بے ہودہ عمل ہے، اگر ایک بندہ جب اس عمل کا مرتکب ہو جائے تو اسے چاہیے کہ مالی نقصان اٹھا کر غلام آزاد کرے تاکہ آئندہ یاد رکھے۔ اگر اس کا بس نہیں تو دوسرے نمبر پر دو مہینے روزے رکھے تاکہ یہ جسمانی تکلیف پا کر ایک حساس فرد بن پائے۔ اس کی بھی طاقت نہیں ہے تو پھر شریعت میں اس کے لیے کفارہ یہ ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

لھٰذا یہ مسئلہ متفق علیھا ہے کہ کفارہ ظہار بالترتیب دینا چاہیے جیسا کہ قرآن میں بالترتیب مذکور ہے۔

کفارہ چھونے سے پہلے لازم

قرآن میں ظہار کے کفارے میں پہلے دو کفاروں کے ساتھ یہ قید لگائی ہے کہ قبل ان یتماسا، یعنی جب تک کفارہ نہ دے بیوی کے پاس نہ جائے، لیکن آخری کفارہ (یعنی ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا) کے ساتھ قید قبل المسح نہیں لگائی۔ یہ قید معتبر ہے کہ نہیں، علماء وسلف صالحین کی آراء پیش کی جاتی ہیں:

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ کی رائے

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ نے ساٹھ مسکینوں کو کھلانے والے کفارے کے ساتھ اس قید کو معتبر مانا ہے، کہتے ہیں:

"اگرچہ قرآن مجید میں کفارہ طعام کے متعلق یہ الفاظ استعمال نہیں کیے گئے ہیں کہ یہ کفارہ بھی زوجین کے ایک دوسرے کو چھونے سے پہلے ادا ہونا چاہیے، لیکن سلسلہ کلام اس کا مقتضی ہے کہ اس تیسرے کفارے پر بھی اس قید کا اطلاق ہوگا۔ اسی لیے ائمہ اربعہ نے اس کو جائز نہیں رکھا ہے کہ کفارہ طعام کے دوران میں آدمی بیوی کے پاس جائے "(8)

احناف کا مسلک

اعتاق اور صوم میں تو قبل المسح کفارہ لازم ہے، لیکن کھلانے میں یہ قید نہیں لگائی گئی ہے، تو اس میں فقہائے احناف کی رائے یہ ہے کہ اس میں بھی قبل المسیح مراد ہے، امام برھان الدین اپنی کتاب متن بدایۃ المبتدی میں لکھتے ہیں:

"وكفارة الظهار عتق رقبة فإن لم يجد فصيام شهرين متتابعين فإن لم يستطع فإطعام ستين مسكينا وكل ذلك قبل المسيس"(9)

ظہار کا کفارہ غلام آزاد کرنا ہے، اگر وہ نہیں کر سکے تو دو مہینے مسلسل روزے رکھنا ہے، اگر اس کی طاقت نہیں تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے، اور یہ سب قبل المسیس ہیں(یعنی یہ سب کفارات عورت کو چھونے سے پہلے ہیں)

علامہ ابن ھمامؒ فتح القدیر میں اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" وَهَذَا فِي الْإِعْتَاقِ ، وَالصَّوْمُ ظَاهِرٌ لِلتَّنْصِيصِ عَلَيْهِ ، وَكَذَا فِي الْإِطْعَامِ لِأَنَّ الْكَفَّارَةَ فِيهِ مَنْهِيَّةٌ لِلْحُرْمَةِ فَلَا بُدَّ مِنْ تَقْدِيمِهَا عَلَى الْوَطْءِ لِيَكُونَ الْوَطْءُ حَلَالًا"(10)

یہ اعتاق اور صوم میں تو نص کی وجہ سے ظاہر ہیں، لیکن ایسا ہی کھلانے والے کفارے میں بھی ہے(یعنی قبل المسیس) کیونکہ اس میں کفارہ منع ہے حرمت کی وجہ سے، تو ضرور اس کو وطی سے پہلے دینا چاہیے، تاکہ وطی حلال ہو جائے۔

مالکیہ کا مسلک

فقہائے مالکیہ کی رائے یہ ہے کہ یہ سب انواع کفارہ ظہار قبل المسیس ہونے چاہیے، ابو عمر یوسف اپنی کتاب الکافی میں لکھتے ہیں:

" وكل نوع من كفارة الظهار قبل المسيس كما قال الله تعالى من قبل ان يتماسا المجادلة وليس سكوته في الاطعام عن ذكر المسيس يبيح له ذلك لأنه محمول على ما قبله "(11)

کفارہ ظہار کے سارے انواع مسح کرنے سے پہلے ہونے چاہییں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ المجادلہ میں فرمایا ہے(قبل ان يتماسا،) کھلانے والے کفارے کے ساتھ قبل المسیس ذکر نہ کرنا یہ جائز نہیں کرتا کہ قبل المسیس وطی جائز ہے، کیونکہ یہ بھی ما قبل پر محمول ہے۔

یعنی جیسا کہ ان میں قبل المسیس مذکور ہے یہاں وہ مذکور نہیں لیکن یہاں بھی وہ مراد ہے۔ پھر آگے کہتے ہیں:

" ولو وطئها في تضاعيف إطعامه أو صيامه ليلا أو نهارا قبل أن يكمل الصيام أو يتم الاطعام بطل ما مضى من صيامه أو إطعامه ووجب عليه ابتداء الكفارة"(12)

اگر کوئی شخص کھلانے یا روزے میں سے کسی ایک کفارے کے پورا کرنے سے پہلے پہلے یعنی درمیان میں وطی کرے تو پہلے جو کفارہ روزہ کی صورت میں یا کھلانے کی صورت میں ادا کیا ہے وہ باطل ہو گیا، اور اس پر پھر سے کفارہ ابتداءً دینا ہو گا۔

مدونۃ الکبریٰ میں امام مالکؒ کی رائے نقل کی گئی ہے: "إنما محمل الطعام عند مالك محمل العتق والصيام لأنها كفارة الظهار كلها، فكل كفارة الظهار تحمل محملا واحدا تجعل كلها قبل الجماع " (13)

امام مالکؒ کے نزدیک کھلانے والے کفارے کا محمل اعتاق اور صیام کی طرح ہے، کیونکہ یہ سب ظہار کے کفارے ہیں، تو ظہار کے سب کفارے ایک ہی محمل پر محمول ہوں گے۔ یعنی سب کو جماع سے پہلے ادا کرنا چاہیے۔

شوافع کا مسلک

شوافع علما کے نزدیک بھی دونوں کفارات کی طرح کھلانے والا کفارہ بھی قبل المسیس ہونا ضروری ہے۔ امام ماوردیؒ الحاوی میں لکھتے ہیں:

" وَأَمَّا تَحْرِيمُ الْمَسِيسِ قَبْلَ الْإِطْعَامِ ،ذَهَبَ الشَّافِعِيُّ إِلَى أَنَّ الْمَسِيسَ قَبْلَ الْإِطْعَامِ يُحَرَّمُ كَتَحْرِيمِهِ قَبْلَ الْعِتْقِ وَالصِّيَامِ ؛ لِأَنَّ ذَلِكَ كُلَّهُ تَكْفِيرٌ عَنْ ظِهَارِهِ"(14)

جہاں تک کھلانے سے پہلے مسح کی حرمت کی بات ہے، تو امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ یہ مسح کرنا ایسا ہی حرام ہے جیسا کہ عتق اور صیام سے پہلے حرام ہے، کیونکہ یہ سارے ظہار ہی کے کفارات ہیں۔

حنابلہ کا مسلک

فقہائے حنابلہ میں سے امام ابن قدامہ المقدسیؒ فرماتے ہیں کہ مظاہ(ظہار کرنے والا) رکے لیے کفارہ ادا کرنے سے پہلے وطی حرام ہے، یعنی پہلی دو صورتوں میں تو کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ ان میں تو قرآن کا نص موجود ہے۔ لیکن کھلانے والے کفارے کی صورت میں کہتے ہیں:

"وأكثر اهل العلم على ان التكفير بالاطعام مثل ذلك منهم عطاء والزهري والشافعي واصحاب الرأي وعن أحمد اباحة الوطئ قبل التكفير بالاطعام لان الله تعالى لم يمنع المسيس قبله كما في المعتق والصيام اختاره أبو بكر وهو قول أبي ثور لما ذكرنا"(15)

اکثر اہل علم کی رائے یہ ہے کہ کھلانے والے کفارے میں بھی یہی معاملہ ہے(یعنی قبل المسیس ہونا ضروری ہے)جن میں امام زہریؒ، شافعیؒ اور اصحاب الرائے شامل ہیں۔ اور امام احمدؒ کی رائے یہ ہے کہ کھلانے کی صورت میں کفارہ سے پہلے مسح کرنا جائز ہے، کیونکہ اللہ تعالی نے اس سے قبل مسح کرنے سے منع نہیں فرمایا ہے، جیسا کہ عتق اور صیام سے پہلے مسح کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور یہی رائے ابو بکرؒ نے اختیار کی ہے، اور یہی ابو ثور کا قول بھی ہے۔

خلاصہ بحث

ان اقوال اور آراء سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سارے کفارے قبل المسح ہے، صرف امام احمدؒ کی رائے یہ ہے کہ مساکین کو کھلانے والے کفارے میں یہ قید معتبر نہیں ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے اس حوالے سے منع منقول نہیں ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ اگر یہ قید سارے کفارات میں مراد ہوتی تو چاہیے تھا کہ سب کے آخر میں لگائی جاتی، لیکن پہلے دو کفارات کے بعد "قبل ان یتماسا" لگانا، اور آخری کفارہ اس سے الگ ذکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں یہ قید کا اضافہ نہ کیا جائے۔

غصے کی صورت میں بیوی کو ماں کہنا

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ کی رائے

مولانا سے پوچھا گیا: "اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کو غصے کی صورت میں دل میں ماں کہے تو کیا اس پر کفارہ ظہار ہے؟

مولانا نے جواب دیا:

"اس کی حیثیت وسوسوں کی ہے، شرعی احکام عمل یا قول پر مرتب ہو سکتا ہے، لہٰذا یہ سوچ اچھی نہیں دل سے نکالنی چاہیے، البتہ اس پہ شرعاً کفارہ نہیں ہے"(16)

مولانا کی یہی رائے متفق علیہ ہے، کیونکہ اگر دیکھا جائے تو جتنی تعریفات ظہار کی کی گئی ہیں ان میں قول کا عمل دخل ضرور ہے، دل میں کوئی بات گزرنے پر کسی نے ظہار کا حکم نہیں لگایا ہے۔

امام نسفیؒ کی رائے

امام نسفیؒ تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"هو تشبيه المنكوحة بمحرّمةٍ عليه على التّأبيد"(17)

اپنی منکوحہ کی تشبیہ ایسی محرمۃ سے دینا جو اس مرد پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو۔

ظہار کرنے والے شوہر پر وطی اور اس کے دواعی حرام ہیں، اس جملے کی وضاحت کرتے ہوئے امام زیلعیؒ نے فرمایا:

"حُرِّمَ عَلَى الْمُظَاهِرِ الْوَطْءُ ، وَدَوَاعِيهِ كَاللَّمْسِ وَالْقُبْلَةِ بِشَهْوَةٍ بِقَوْلِهِ أَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي "(18)

ظہار کرنے والے پر وطی اور اس کے دواعی حرام ہیں، مثلاً شہوت کے ساتھ چھونا، بوسہ لگانا، اس قول کی وجہ سے "اس نے کہا ہے کہ تو میرے اوپر امی کی طرح ہے"۔

اس میں صاف بتایا گیا ہے کہ " أَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي "پر باقاعدہ قول کیا گیا ہو۔

عبد الرحمٰن الطرابلسی کی رائے

فقہائے مالکیہ میں سے امام الطرابلسی نے ظہار کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ ظہار:

"تشبيه المسلم المكلف من تحل أو جزأها بظهر محرم أو جزئه ظهار " [19]

ایک مکلف مسلمان کی اپنی بیوی کی یا اس کی ایک جز کی تشبیہ ایسی عورت کے ساتھ دینا جو اس پر حرام ہو۔

پھر آگے امام جوھری کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ وہ اس کی تعریف یوں کرتے ہیں:

" الظهار قول الرجل لامرأته أنت علي كظهر أمي "[20]

ایک مرد کا اپنی بیوی کو یہ قول کہ تو میرے اوپر میری امی کی پیٹھ کی طرح ہے، ظہار کہلاتا ہے۔

اس تعریف میں بھی صاف طور پر قول کا ذکر ہے، اس سے بھی معلوم ہوا کہ جب اس کا اظہار نہیں کیا گیا ہو تو دل میں گزرنے کی وجہ سے ظہار واقع نہیں ہو سکتا۔

دکتور مصطفیٰ دیب البغاء کی رائے

دکتور مصطفیٰ اپنی کتاب التذھیب میں ظہار کی تعریف کرتے ہوئے بھی قول کا ذکر کرتے ہیں، کہتے ہیں:

" والظهار أن يقول الرجل لزوجته أنت علي كظهر أمي "[21]

ظہار یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کو کہے کہ تو میرے اوپر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے۔

اس تعریف میں بھی قول کا ذکر ہے کہ کوئی اپنی بیوی کو کہے، تو اس سے بھی ظاہر ہوا کہ ظہار، اظہار زبان کا نام ہے، دل میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

عبد الرحمٰن بہاء الدین المقدسی کی رائے

علما حنابلہ میں سے عبد الرحمٰن بہاء الدین المقدسی بھی ظہار کی تعریف میں یہی کہتے ہیں:

"وهو أن يقول لامرأته أنت علي كظهر أمي" فهذا ظهار إجماعا"[22]

ظہار یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کو کہے کہ "تو میرے اوپر میری امی کی پیٹھ کی طرح ہے" تو اجماع امت ہے کہ یہ ظہار ہے۔

پھر آگے ابن منذرؒ سے نقل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں:

" أجمع أهل العلم على أن تصريح الظهار أن يقول: أنت علي كظهر أمي و في حديث خويلة أنه قال لها: أنت علي كظهر أمي فذكر ذلك لرسول الله صلى الله عليه وسلم فأمره بالكفارة . "[23]

اہل علم نے اجماع کیا ہے کہ ظہار پر تصریح یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی سے کہے کہ "تو میرے اوپر میری امی کی پیٹھ کی طرح ہے" اور حویلہ کی حدیث میں بھی آیا ہے کہ اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ "تو میرے اوپر میری امی کی پیٹھ کی طرح ہے "جب اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا، تو آپ ﷺ نے کفارے کا حکم دیا۔

اس سے تو بالکل واضح ہو گیا کہ ظہار کا دل میں گزر جانا معتبر نہیں بلکہ اس پہ تصریح کرنے سے ظہار واقع ہو جاتا ہے۔

خلاصہ بحث

ظہار کی جتنی تعریفات دیکھی جائیں، سب سے تصریح کے ساتھ یا الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہار کا تعلق زبان سے اظہار کرنے سے ہے، دل میں کوئی ایسی باتیں گزرنے سے ظہار واقع نہیں ہو جاتا، کیونکہ دل میں بہت ساری ایسی باتیں گزر جاتی ہیں، کہ اگر ان کا اظہار کیا جائے تو بعض دفعہ انسان ایمان تک کھو دیتا ہے، اگر اس پہ پکڑ ہو جاتی تو پھر ایک بندہ مسلمان نہیں رہ سکتا، بلکہ گمراہی کے اعلیٰ درجات پہ فائز ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ رحیم ذات ہے انسان کی پکڑ اس چیز سے کرتا ہے ، جو قصداً کر جاتا ہے، اور جب وہ کسی چیز کا اختیار ہی نہیں رکھتا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے " لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا"[24]

انسان صرف اس چیز کا مکلف ہے جس کی وہ طاقت رکھتا ہے۔

سید مودودیؒ کی بات درست معلوم ہوتی ہے، کہ دل میں بیوی کو ماں کہنے سے کفارہ ظہار لازم نہیں آتا، البتہ اچھی بات نہیں ہے حتی الوسع دل سے ایسی باتوں کو نکالنا چاہیے۔

خلع میں مہر مسمی سے زیادہ لینے کا حکم

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ کی رائے

خلع میں عورت سے سارا مہر یا اس کا کوئی حصہ لینے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ نے یہ ضابطہ بیان کیا ہے:

"اس باب میں اصول شرع کے ماتحت یہ ضابطہ بنایا جا سکتا ہے کہ خلع مانگنے والی عورت اپنے شوہر کا نشوز ثابت کرے یا ایسے وجوہ خلع جو قاضی کے نزدیک معقول ہوں، تو اس کو مہر کے ایک قلیل جز یا نصف پر خلع دلایا جائے، اور اگر وہ نہ شوہر کا نشوز ثابت کرے اور نہ معقول وجوہ ظاہر کرے تو اس کے لیے پورا مہر یا اس کا ایک بڑا حصہ واپس کرنا ضروری قرار دیا جائے، لیکن اگر اس کے رویے میں قاضی کو ذواقیت (مزہ چکھنا) کے آثار نظر آئیں تو قاضی سزا کے طور پر اس کو مہر سے زیادہ دینے پر مجبور کر سکتا ہے "[25]

احناف کا مسلک

اس مسئلہ میں احناف کی رائے یہ ہے کہ اگر نشوز بیوی کی طرف سے ہو اور قاضی اس کی تحقیق کر کے معلوم کرے، تو اس صورت میں مہر سے زیادہ پر خلع دلوایا جاسکتا ہے، اور اگر شوہر کا نشوز ثابت ہو جائے تب مہر سے زیادہ لینا اس کے لیے مکروہ ہے۔

امام محمدؒ جامع الصغیر میں لکھتے ہیں:

"امرأة اختلعت على أكثر من مهرها والنشوز منها طاب الفضل للزوج وإن كان النشوز منه كره له الفضل "(26)

جس عورت نے مہر کے اکثر پر خلع کیا اور نشوز بھی اس کی طرف سے ہو، تو شوہر کے لیے اضافی لینا جائز ہے، اور اگر نشوز شوہر کی طرف سے ہو تو پھر اس کے لیے اضافی لینا مکروہ ہے۔

یعنی جب شوہر بداخلاق ہو تو پھر مہر سے اضافی لینا نہیں چاہیے ، کیونکہ اس پر اس نے عورت کو مجبور کیا ہے۔ البتہ اگر عورت بدزبان ہو، یا ویسے جدائی چاہتی ہو، تو پھر اضافی لینا چاہیے، تاکہ اس کو ایک قسم کی سزا مل جائے۔

مالکیہ کا مسلک

فقہائے مالکیہ کی رائے یہ ہے کہ عورت اپنی خوشی سے خلع میں جتنا چاہے دے سکتی ہے، بشرطیکہ اس کو ضرر نہ ہو، اس پہ کوئی پابندی نہیں کہ وہ جو چاہے دے دے، سحنونؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن قاسم سے پوچھا:

" أَرَأَيْتَ النُّشُوزَ إِذَا كَانَ مِنْ قِبَلِ الْمَرْأَةِ أَيَحِلُّ لِلزَّوْجِ أَنْ يَأْخُذَ مِنْهَا مَا أَعْطَتْهُ عَلَى الْخُلْعِ؟ قَالَ: نَعَمْ، إِذَا رَضِيَتْ بِذَلِكَ وَلَمْ يَكُنْ مِنْهُ فِي ذَلِكَ ضَرَرٌ لَهَا . "

جب نشوز عورت کی طرف سے ہو، تو آیا شوہر کے لیے وہ کچھ لینا جائز ہے جو عورت دیتی ہو؟ تو ابن قاسمؒ نے فرمایا کہ ہاں، جب وہ اس پر راضی ہو، اور اس میں اس کے لیے کوئی ضرر نہ ہو۔

آگے کہتے ہیں: میں نے پوچھا کہ اگر عورت شوہر کے نشوز کی وجہ سے خلع مانگتی ہو تو؟ تو فرمایا کہ

" لَا يَجُوزُ لِلزَّوْجِ أَنْ يَأْخُذَ مِنْهَا شَيْئًا عَلَى طَلَاقِهَا " (27)

ایسی صورت میں شوہر کے لیے جائز نہیں ہے کہ طلاق پہ عورت سے مال حاصل کرے

دوسری جگہ محمد بن سیرین کی وہ حدیث:

"عمر رضی اللہ عنہ کو ایک عورت شکایت کرنے آئی، عمر رضی اللہ عنہ نے اسے ایک کمرے میں بند کر دیا، جس میں بدبو تھی، جب رات گزاری تو صبح کسی کو پوچھنے کے لیے بھیجا، اس نے عورت سے پوچھا کہ رات کیسی تھی، تو اس نے کہا کہ ایسی اچھی رات میں نے کبھی نہیں گزاری، پھر اس سے شوہر کے بارے پوچھا گیا تو اس کی تعریف بیان کی، اور کہا کہ وہ

ایساایساہے، مگر میرے لیے اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں، توعمرنے خلع کا حکم دیا، سفیان ثوریؒ، حارثؒ نے ایوب بن ابی تمیمہ سے اور وہ سمرہ سے اسی طرح نقل کرتے ہیں، عمرنے شوہر کو کہاتھا، کہ اس کو خلع دواگرچہ ایک بالی کے عوض کیوں نہ ہو"

اس حدیث کے بعد امام مالکؒ نے فرمایا:

" ولم أر أحدا ممن يقتدى به يكره أن تفتدي المرأة بأكثر من صداقها، وقد قال الله: {فَلا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ}"(28)

میں نہیں سمجھتا کہ جو بھی عمر رضی اللہ عنہ کی اقتدا کرتا ہے، اور وہ یہ مکروہ سمجھے کہ عورت اپنے مہر سے زیادہ دے، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایاہے، کہ ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں، اس مہر کو فدیہ میں دینے پر۔

اس سے معلوم ہوا کہ مالکیہ اس کو جائز سمجھتے ہیں کہ عورت زیادہ مال دے دے، اور اس میں اس کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ اور دوسری طرف اگر نشوز مرد کی طرف سے ہو تو شوہر کو چاہیے کہ عورت کو طلاق دے، اور اس کی پاداش میں اس کے لیے عورت سے کوئی چیز لیناجائز نہیں ہے۔

شوافع کامسلک

فقہائے شوافع کی بھی یہ رائے ہے کہ خلع میں عورت سے ساراما ل یااس سے زیادہ لے سکتاہے، وہ اس کو بیع پر قیاس کرتے ہیں، اور بیع میں متبایعان (بیچنے اور خریدنے والے) جس چیز میں دونوں طرف راضی ہو جائیں توٹھیک ہے ان کے لیے کوئی حد مقرر نہیں کی گئی ہے۔ امام شافعیؒ اپنی مشہور کتاب "الام" میں آیت خلع کے بعد فرماتے ہیں:

" وَأَبَاحَ لَهُمَا إذَا انْتَقَلَتْ عن حَدِّ اللَّاتِي حَرَّمَ أَمْوَالَهُنَّ على أَزْوَاجِهِنَّ لِخَوْفِ أَنْ لاَ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ أَنْ يَأْخُذَ منها ما افْتَدَتْ بِهِ لم يُحَدِّدْ في ذلك أَنْ لاَ يَأْخُذَ إلاَّ ما أَعْطَاهَا وَلاَ غَيْرَهُ وَذَلِكَ أَنَّهُ يَصِيرُ حِينَئِذٍ كَالْبَيْعِ وَالْبَيْعُ إنَّمَا يَحِلُّ ما تَرَاضَى بِهِ الْمُتَبَايِعَانِ لا حد في ذلك بَلْ في كِتَابِ اللَّهِ عز وجل دَلاَلَةٌ على إبَاحَةِ ما كَثُرَ منه وَقَلَّ لِقَوْلِهِ {فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ} "(29)

جب میاں بیوی اس حالت سے متجاوز ہو جائیں جس میں عورتوں کے اموال شوہروں پر حرام ہیں، تو ایسی صورت میں ان کے لیے جائز ہے کہ عورت اپنامال فدیہ میں شوہر کو دے دے، اس خوف کی وجہ سے کہ وہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکے، اور پھر اس میں یہ حد بھی مقرر نہیں کی ہے کہ جومال عورت کو دیاہے اس سے زیادہ نہیں لے گا، کیونکہ اس کی صورت بیع کی ہے اور بیع میں جانبین جس پر راضی ہو جائیں، وہ جائز ہے، بلکہ کتاب اللہ میں اس کی دلیل ہے کہ اس سے زیادہ لے یاکم دونوں جائز ہے، فرمایا کہ ان پر کوئی گنانہیں کہ عورت جو بھی فدیہ میں دیتی ہو۔

امام نوویؒ البیان کاحوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ويصح الخلع بالمهر المسمى وبأقل منه وبأكثر منه وبه قال الثوري ومالك وأبو حنيفة واصحابه وأكثر أهل العلم، وقال طاوس والزهرى والشعبي وأحمد وإسحاق: لا يصح الخلع بأكثر من المهر المسمى "(30)

خلع مہر مسمیٰ پر بھی صحیح ہے اور اس سے کم پر بھی اور اس سے زیادہ پر بھی، اور یہی مذہب امام ثوریؒ، مالکؒ، ابو حنیفہؒ، اور ان کے اصحاب اور اکثر اہل علم کا بھی ہے، البتہ امام طاوسؒ، زہریؒ، شعبیؒ، احمدؒ اور اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ خلع مسمیٰ مہر سے زیادہ پر صحیح نہیں ہے

ان اقوال سے معلوم ہوا کہ امام شافعیؒ اور ان کے اصحاب کا بھی یہی مسلک ہے کہ جیسا کہ بیع کرنے میں دو متبایعان جس چیز پر راضی ہو جائیں اسی طرح میاں بیوی بھی جس مال پر خلع کرنے کے لیے راضی ہو گئے، جائز ہے، خواہ وہ مال مہر مسمیٰ ہو، یا اس سے کم ہو یا زیادہ، جب عورت اس پر راضی ہو جائے اور خوشی سے دے۔

حنابلہ کا مسلک

فقہائے حنابلہ کا مسلک مسئلہ میں یہ ہے کہ مہر مسمیٰ سے زیادہ لینا بہتر نہیں ہے، البتہ اگر کسی نے لے لیا تو صحیح ہے، یعنی خلع ہو گیا، امام ابن قدامہ الشرح الکبیر میں لکھتے ہیں:

" ولا يستحب أن يأخذ منها أكثر مما أعطاها فان فعل كره وصح، وقال أبو بكر لا يجوز ،إذا تراضيا على الخلع بشئ صح وإن كان أكثر من الصداق وهذا قول أكثر أهل العلم "(31)

پسندیدہ نہیں ہے کہ عورت سے اس مال سے زیادہ لیا جائے جو اس کو دیا ہے، اگر ایسا کیا تو اگرچہ صحیح ہے لیکن مکروہ ہے، اور ابو بکر فرماتے ہیں کہ جائز نہیں، جب دونوں کسی چیز پر خلع کرنے کے لیے راضی ہو گئے، تو اکثر اہل علم کی رائے یہ ہے کہ یہ صحیح ہے اگرچہ مہر سے زیادہ ہو۔

پھر امام ابن قدامہ نے اس کی تشریح کرتے ہوئے الشرح الکبیر میں لکھتے ہیں:

"یہ ثابت ہوا، کہ شوہر کے لیے بہتر نہیں ہے، کہ مہر سے زیادہ لے لے، اور یہ مسلک سعید بن مسیبؒ، حسنؒ، شعبیؒ حکمؒ، حمادؒ، اسحاقؒ اور ابو عبیدؒ کا ہے، اور اگر کسی نے اضافی لیا تو مع کراہت جائز ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ مکروہ نہیں سمجھتے، امام مالکؒ تو فرماتے ہیں، کہ میں ہمیشہ سے اضافی لینا جائز سنتا آرہا ہوں"(32)

ان اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ حنابلہ میں سے امام احمدؒ اور کچھ اصحاب اس کے قائل ہیں کہ اضافی لینا جائز نہیں ہے، جبکہ ابن قدامہ کی عبارت سے لگتا ہے کہ وہ اس کا قائل ہے کہ اضافی لینا بھی جائز ہے، کیونکہ انھوں نے آخر میں کہا کہ یہ اکثر اہل علم کی رائے ہے۔

خلاصہ بحث

سید مودودی نے جو تفصیل بیان کی ہے، وہ مبنی بر انصاف لگتی ہے، کیونکہ اگر بیوی ناشزہ (بد اخلاق) ہے تو اس کو اس کی سزا ملے اور اس سے اضافی عن المہر لیا جائے، اور اگر شوہر ناشز ہے تو اس کو سزا دے کر اتنا مال نہ دیا جائے کہ وہ اور بھی بہادر ہو جائے اور خواتین کے حقوق پامال کرتا جائے، اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ عورت ذواقات (مزے لوٹنے

والی) میں سے ہے، یعنی ایک جگہ نکاح کر کے وہاں سے مال چھین لیتی ہے پھر جا کے دوسری جگہ مال سمیٹتی ہے، تو ایسی صورت میں اس کو یہ سزا دینی چاہیے کہ اس سے مہر سے بھی اضافی مال لیا جائے کہ اس کا یہ سارا مذموم مقصد فوت ہو جائے اور اس کام سے باز آجائے۔ اور یہی رائے سید مودودیؒ نے ائمہ کی آرا سے خود مستنبط کی ہے، صریح کسی امام کی ایسی رائے سامنے نہیں آئی۔

مصادر ومراجع

[1]) تفہیم القرآن، ج5، ص352

[2]) الزيلعي الحنفي-عثمان بن علي بن محجن البارعي، فخر الدين (المتوفى: 743 هـ)، تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق وحاشية الشِّلْبِيِّ،المطبعة الكبرى الأميرية – بولاق، القاهرة، الطبعةالأولى، 1313 هـ، ج3،ص6

[3])سورۃ مجادلہ، آیۃ3

[4]) أبو محمد عبد الوهاب بن علي، المعونة على مذهب عالم المدينة «الإمام مالك بن أنس»، المكتبة التجارية، مصطفى أحمد الباز-مكة المكرمة، ص893

[5]) أبو محمد عبد الوهاب بن علي بن نصر الثعلبي البغدادي المالكي (المتوفى 422هـ)، المعونة على مذهب عالم المدينة «الإمام مالك بن أنس»، المكتبة التجارية، مصطفى أحمد الباز-مكة المكرمة، ص893

[6]) أبو الحسين يحيى بن أبي الخير بن سالم العمراني اليمني الشافعي (المتوفى558هـ)، البيان في مذهب الإمام الشافعي، دار المنهاج-جدة، الطبعةالأولى، 1421 هـ، ج10، ص359

[7]) صالح بن فوزان بن عبد الله،الملخص الفقهي، دار العاصمة، الرياض، المملكة العربية السعودية،، ج2، ص407

[8]) تفہیم القرآن، ج5،، ص355

[9]) متن بداية المبتدي في فقه الإمام أبي حنيفة، مكتبة ومطبعة محمد علي صبح،مكان النشر:القاهرة، ص81

[10]) ابن الهمام ،فتح القدير، كمال الدين محمد بن عبد الواحد السيواسي

[11]) القرطبي-أبو عمر يوسف، الكافي في فقه أهل المدينة المالكي، مكتبة الرياض الحديثة،المملكةالسعودية، ج2، ص208

[12]) القرطبي-أبو عمر يوسف ج2، ص208

[13]) المدونة الكبرى، دار الكتب العلمية بيروت . لبنان، ج2، ص322

[14])الماوردي-أبوالحسن علي بن محمد، الحاوي في فقه الشافعي، دار الكتب العلمية، الطبعةالأولى 1994، ج10، ص521

[15]) ابن قدامة المقدسي، الشرح الكبير، ج8، ص575

[16])مودودی۔ سید۔ ابوالاعلیٰ، استفسارات، ج1، ص116

[17]) النسفي.أبو البركات عبد الله ,كنز الدقائق,دار البشائر الإسلامية،الطبعة، 2011م, ص297

[18]) الزيلعي الحنفي-فخر الدين (المتوفى: 743 هـ)، تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق،المطبعة الكبرى الأميرية القاهرة، الطبعةالأولى، 1313 هـ ج3، ص2

[19]) الطرابلسي المغربي-شمس الدين ، مواهب الجليل لشرح مختصر الخليل، دار عالم الكتب، الطبعةطبعة خاصة 1423هـ، ج5ص422

[20])محولا بالا، ص 423

[21]) ديب البغا-الدكتور مصطفى،التذهيب في أدلة متن الغاية والتقريب، دار الإمام البخاري،سنة النشر 1978م،مكان النشر-دمشق، ص176

[22]) بهاء الدين المقدسي-عبد الرحمن بن إبراهيم (المتوفى624هـ)، العدة شرح العمدة، دار الكتب العلمية، الطبعة2005، ج2، ص68

[23])ايضا

[24])سورۃالبقرہ، آیۃ286

[25])مودودی۔سید ابوالاعلیٰ، حقوق الزوجین، ص71

[26]) محمد بن الحسن الشيباني- (المتوفى189هـ)، الجامع الصغير وشرحه النافع الكبير لمن يطالع الجامع الصغير، عالم الكتب-بيروت ، ص216

[27]) مالك بن أنس بن مالك بن عامر الأصبحي المدني (المتوفى 179هـ)، المدونة،دار الكتب العلمية، لطبعة الأولى،1415هـ ،ج2، ص241

[28]) مالك بن أنس بن مالك، المدونة الكبرى، دار الكتب العلمية بيروت . لبنان، ج2، ص245

[29]) الأم، ج5، ص113

[30]) النووي-أبو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف (المتوفى676هـ) المجموع شرح المهذب، ج17، ص8

[31])ابن قدامة المقدسي، الشرح الكبير، ج8،ص182

[32]) الشرح الكبير، ج8، ص193